سوموار 10 مئی 2021ء | 27 رمضان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:111

ارشاد باری تعالیٰ

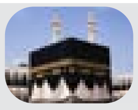

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ ؕ وَ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾

(البقرۃ 185)

ترجمہ :۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

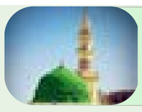

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتُفْطِرُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا تَقْدِرُ عَلَى أَنْ تَقْضِيَهُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں روزہ چھوڑتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ان کو اس روزہ کی قضاء کرنے کا موقع ہی نہ ملتا، یہاں تک کہ شعبان کا مہینہ آجاتا۔ (اور پھر شعبان میں چھوٹے ہوئے روزے پورے کرتیں)۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب بَابُ قَضَاءِ رَمَضَانَ فِي شَعْبَانَ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

فدیہ دینے کی کیا غرض ہے؟

ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 258)

فدیہ کسے دیں؟

سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

ایک شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مَیں نے آج سے پہلے کبھی روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں؟ فرمایا:

’’خدا ہر شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے رکھوں گا‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 350)

فرمان خلیفہ وقت

پس فدیہ عارضی مریض بھی دے سکتے ہیں اور پھر سفر ختم ہونے پر، صحت ہونے پر روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس سے ثابت ہوتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو صحت پا کر روزے رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں ان کے لیے صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو ایسی صحت ہے جو صحت رمضان کے بعد پالی یا رمضان میں بیمار ہوئے تو بعد میں صحت یاب ہو گئے۔ اگر وہ صرف یہی کہہ دیں کہ ہم نے رمضان میں روزے نہیں رکھے اور فدیہ دے دیا تھا۔ تو یہ تو اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ بلاوجہ کی اجازت کے راستے کھولنا ہے۔ غلط بدعتیں پیدا کرنا ہے۔ اگر رمضان میں فدیہ دے بھی دیا ہے تب بھی رمضان کے بعد پھر روزے رکھنے ضروری ہیں۔ سال کے دوران کسی وقت بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہاں مستقل مریض، دودھ پلانے والی عورتیں، حاملہ عورتیں جو ہیں ان کے لیے اس حالت میں کہ اس پر سال گزر جائے صرف فدیہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن فدیے کے ساتھ اس مہینے میں عبادتوں اور ذکر الٰہی اور دوسری نیکیوں کو جاری رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ فدیہ دے دیا تو ہر چیز سے ہم فارغ ہو گئے۔ اگر روزے نہ بھی رکھ رہے ہوں اور فدیہ دے دیں اور باقی نیکیاں جاری رکھیں تو یہ بھی رمضان کا فیض پانے والے ہوں گے۔ صرف فدیہ دے کر نمازوں کو بھول جانا اور دوسری نیکیوں کو بھول جانا یہ صرف مومن نہیں بنا دیتا، حقیقی مومن نہیں بنا دیتا، رمضان کی برکات میں حصہ دار نہیں بنا دیتا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 433)

پھر اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جو بھی نیکی تم پوری فرمانبرداری سے کرتے ہو دل نہیں بھی چاہ رہا ہو تو کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج

بقیہ صفحہ 10 پر

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

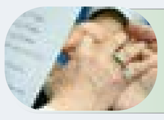

دربارِ خلافت

"نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام، رکوع، سجود کر لیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لئے، خواہ اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں"۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، غلامِ صادق، امام الزمان اور آپؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح و مہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد بھیج کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اور شکر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادہ کے اقوال، ارشادات اور تحریرات کو پڑھ کر غور کریں اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو یہ فرمایا ہے کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبۃ: 119) صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقین کی صحبت سے فیض پاؤ۔ اس کے سب سے خوبصورت نظارے تو ہمیں اُس وقت ملتے ہیں جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے فیض پاتے ہوئے آپ کی مجالس اور صحبت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچائے۔ آپؐ کی مجالس کے تذکرے سنائے۔ آپؐ کی نصائح ہم تک پہنچائیں، پھر یہ دوسرا زمانہ ہے جس میں آپؐ کے غلامِ صادق کا ظہور ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور قرآنِ کریم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بے شمار کتب تحریر فرمائیں۔ اسلام کی بالا دستی اور برتری دنیا پر ثابت کی۔ لیکن آپ کی بہت سی مجالس ایسی بھی ہیں جو صحابہ کے ساتھ لگتی تھیں۔ بعض چھوٹی، بعض بڑی اور بعض جلسوں کی تقاریر کی صورت میں ایسی بھی ہیں جو ان کتب میں نہیں ہیں، جن میں آپ کے صحابہ اس صحبت سے فیض پاتے تھے جو اس زمانے کے صادق اور غلامِ صادق کے وجود سے برکت یافتہ تھی۔ ان مجالس کو اُس زمانے میں جماعت کے اخباروں نے محفوظ کیا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے امام الزمان کی مجالس سے فیض پایا اور صحبتِ صادقین کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوئے۔ ہم اُس مجلس میں بیٹھنے والوں اور مختلف قسم کے سوال کرنے والوں اور پھر اُن پُرحکمت باتوں کو محفوظ کرنے والوں کے بھی شکر گزار ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے آج سو سال گزرنے کے بعد بھی ہم ان باتوں کو پڑھ اور سُن سکتے ہیں۔ اور اِن کو سُن کر، پڑھ کر چشمِ تصور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلامِ صادق کی مجلس میں اپنے آپ کو بیٹھا ہوا محسوس کر سکتے ہیں۔ آج مَیں نے ایسی ہی مجالس میں سے نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں آپ نے جو نصائح فرمائیں اُن میں سے چند ارشادات کو، چند نصائح کو لیا ہے۔

1907ء کے جلسے کی اپنی ایک تقریر میں جو ایک لمبی تقریر ہے، ایک جگہ دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ: "یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ابتداء بھی دعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دعا پر ہی کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے۔ اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے۔ اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے"۔ (ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 62۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

یہ جو دنیا کی محبت کا پھندا پڑا ہوا ہے یہ گلے میں پڑا رہتا ہے۔ وہی اس سے خلاصی پاتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کا فیض بھی دعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اگر فضل حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے بھی دعا مانگو۔

پھر نماز میں وساوس کو دور کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ کیا دعا ہے کہ مُنہ سے تو اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ: 6) کہتے رہے اور دل میں خیال رہا کہ فلاں سودا اس طرح کرنا ہے۔ فلاں چیز رہ گئی ہے۔ یہ کام یوں چاہئے تھا۔ اگر اس طرح ہو جائے تو پھر یوں کریں گے۔ یہ تو صرف عمر کا ضائع کرنا ہے۔ جب تک انسان کتاب اللہ کو مقدم نہیں کرتا اور اسی کے مطابق عمل درآمد نہیں کرتا تب تک اُس کی نمازیں محض وقت کا ضائع کرنا ہے"۔ (ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 63-62۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء) اس کے لئے پھر وہی آپ نے بتایا کہ دعا کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے وہ کسی مسجد میں گئے۔ وہاں کا جو امام الصلوۃ تھا وہ نماز پڑھاتے ہوئے اپنے کاروبار کے متعلق سوچ رہا تھا کہ مَیں یہ مال امرتسر سے خرید لوں گا، پھر دہلی لے کر جاؤں گا۔ وہاں سے اتنا منافع کماؤں گا۔ پھر اس کو کلکتہ لے جاؤں گا وہاں سے اتنا منافع ہو گا۔ پھر آگے چلوں

بقیہ صفحہ 10 پر

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دِکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری اُلفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اُڑایا ہم نے
تیرا مے خانہ جو اِک مَرجعِ عالَم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بَصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چُھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لَاجَرَم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے
بخدا دِل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۴۔ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 07/ مئی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کرتے ہوئے تین دفعہ آپؓ کے سینے پر ہاتھ مارا کہ اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ بغض ہے اسے دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے

آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ رمضان میں جن نیکیوں کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے

درود اور استغفار کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھنے اور خصوصی دعاؤں کی تحریک

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ یہ دعائیں بہت زیادہ پڑھیں

نمازوں کا جس طرح رمضان میں اہتمام ہوتا ہے وہ رمضان کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے۔ ہرطرح کے فتنے سے بچنے، مسلم امہ اور مجموعی طور پر انسانیت کے لیے بھی دعا کریں

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 07/ مئی 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت آصف بن اویس صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسلام کی برابر مخالفت کرتے رہے ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے چنانچہ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر گھر سے نکلے۔ راستے میں کسی شخص سے عمرؓ کو اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام قبول کر لینے کا علم ہوا تو آپ بہن کے گھر پہنچے جہاں ایک صحابی کے قرآن کریم پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ تاخیر سے دروازہ کھولے جانے پر حضرت عمرؓ کا غصّہ مزید بڑھ گیا اور انہوں نے اپنے بہنوئی سے فوراً اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ بہنوئی نے پردہ ڈالنا چاہا تو حضرت عمرؓ انہیں مارنے کے لیے آگے بڑھے۔ آپؓ کی بہن درمیان میں آگئیں، عمرؓ کا ہاتھ ان کی ناک پر لگا اور خون بہنے لگا۔ حضرت عمرؓ جذباتی آدمی تھے چنانچہ یہ دیکھ کر ان کے اندر نرمی کے جذبات پیدا ہوگئے اور انہوں نے قرآن کریم کے اوراق دکھانے کی درخواست کی۔ آپؓ کی بہن کے مطالبے پر عمرؓ نے غسل کیا اور جب غسل کے بعد آپؓ نے قرآنی آیات پڑھیں تو چونکہ ان کے اندر ایک تغیر پیدا ہوچکا تھا اس لیے وہ آیات ختم کرتے ہی آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ اس کے بعد آپ ننگی تلوار لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دارِ ارقم حاضر ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کو یوں ننگی تلوار لیے دروازے کے باہر کھڑا دیکھ کر صحابہ کو تشویش پیدا ہوئی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ دروازہ کھول دو مَیں دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ جب دروازہ کھلا تو حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر عرض کی کہ مَیں آپؐ کا غلام بننے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ وہ عمرؓ جو ایک گھنٹہ قبل اسلام کے شدید دشمن تھے اور رسول کریم ﷺ کو مارنے کے لیے گھر سے نکلے تھے ایک آن میں اعلیٰ درجے کے مومن بن گئے۔

ابتدائے زمانہ اسلام میں صرف دو شخص مسلمانوں میں بہادر سمجھے جاتے تھے ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے امیر حمزہؓ۔ جب یہ دونوں مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست پر خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی۔

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی خبر پھیلتے ہی کفار نے آپؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا ایسے میں مکے کے رئیسِ اعظم عاص بن وائل نے عمرؓ کو پناہ دینے کا اعلان کیا۔ حضرت عمرؓ چند دن تو امن میں رہے لیکن اس حالت کو آپؓ کی غیرتِ دینی نے برداشت نہ کیا اور آپؓ عاص بن وائل کی پناہ سے نکل آئے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بس مَیں مکّہ کی گلیوں میں پٹتا اور پیٹتا ہی رہتا تھا۔

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ عاص بن وائل کا قبیلہ بنوسہم اور حضرت عمرؓ کا خاندان بنوعدی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ اس معاہدے اور دوستی کی وجہ سے عاص بن وائل نے اپنا اخلاقی فرض جانا کہ وہ حضرت عمرؓ کی مدد کرے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ دیکھو رسول کریم ﷺ کے کتنے کتنے شدید دشمن تھے مگر پھر ان پر کیسی تبدیلی پیدا ہوئی۔ حضرت عمرؓ جو اسلام کے خلاف لٹھ لیے پھرتے تھے جب انہیں اسلام لانا نصیب ہوا تو دن رات دین کے فائدے کے لیے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے لگے۔

حضرت مسیح موعودؑ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ابوجہل کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے قتل پر انعام کے اعلان اور حضرت عمرؓ کے رات کے وقت خانہ کعبہ میں آنحضور ﷺ کو دعائیں کرتے ہوئے سننے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدے میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ ان دعاؤں کو سن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ آخر ہیبتِ حق کی وجہ سے میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور مَیں نے آنحضرت ﷺ کی اس حالت سے سمجھ لیا کہ یہ سچا ہے اور ضرور کامیاب ہوجائے گا۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں آخر حضرت عمر مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں وہ تعلقات جو ابوجہل اور دوسرے مخالفوں سے تھیں یکلخت ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ ملے اور پھر ان تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے تین مختلف حوالے پیش کرنے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ ان تینوں جگہوں پر رات کو خانہ کعبہ میں حملے کا ذکر ہے۔ شاید اس کے بعد پھر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دن کو بھی نکلے ہوں اور وہ بہن بھائی والا واقعہ پیش آیا۔

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کرتے ہوئے تین دفعہ آپؓ کے سینے پر ہاتھ مارا کہ اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ بغض ہے اسے دور کر دے اور اس کو ایمان سے بدل دے۔

حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتیں پھیلانے کی عادت کس شخص کو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جمیل بن معمر کو چنانچہ آپؓ صبح صبح اس کے پاس گئے اور اسے اپنے قبولِ اسلام کا بتادیا تا کہ آپؓ کا اسلام قبول کرنا کسی سے ڈھکا چھپا نہ رہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپؐ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس کے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک مَیں تمہارے نفس سے زیادہ تمہیں محبوب نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! اب آپؐ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اب ٹھیک ہے۔

حضرت عمرؓ کی مدینہ ہجرت کے متعلق حضرت علیؓ کی یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار اور تیر کمان لے کر خانہ کعبہ گئے اور اعلان کیا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے کھوئے، اولاد یتیم اور بیوی بیوہ ہو وہ مجھے اس وادی کے پار ملے۔

اس طرح کھل کر ہجرت کے متعلق صرف یہی ایک روایت بیان کی جاتی ہے اور اکثر سیرت نگار اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں مثلاً محمد حسین ہیکل نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آنحضور ﷺ نے خاموشی اور چپکے سے ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا حضرت عمرؓ کیسے اس کی نافرمانی کر سکتے تھے۔

مہاجرین میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ کے بعد حضرت عمرؓ بیس لوگوں کے ساتھ مدینے پہنچے تھے۔ قبا میں آپؓ رفاع بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے۔ مکّے میں آنحضور ﷺ نے آپؓ کی مؤاخات حضرت ابوبکرؓ اور مدینے پہنچ کر حضرت عویم بن ساعدہ کے ساتھ قائم فرمائی۔ حضرت مرزا بشیراحمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ آپؓ کی مؤاخات حضرت عتبان بن مالکؓ سے ہوئی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ اذان کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعے اذان سکھائی اور ان ہی کی رؤیا پر انحصار کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا نے یہی اذان سکھائی تھی لیکن اس خیال سے کہ ایک اور شخص یہ بات بیان کرچکا ہے مَیں بیس دن تک خاموش رہا۔

حضرت عمرؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ رمضان میں جن نیکیوں کی توفیق ملی ہے انہیں رمضان کے بعد بھی جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ گذشتہ جمعے کو مَیں نے درود اور استغفار کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف رمضان تک محدود نہیں۔ فی زمانہ جب دجالی چالیں نئے نئے حربے استعمال کر رہی ہیں ہمیں ان شیطانی اور دجالی حملوں سے اپنے بچوں کو بچانے کے لیے انہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی خوب صورت تعلیم سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ یہ اس وقت ہی ممکن ہو گا جب ہمارا تعلق خدا تعالیٰ سے مضبوط ہو گا۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادات معیاری ہوں گی۔ بزرگوں اور ابتدائی احمدیوں کی اولادیں ہوں خواہ وہ جنہوں نے ازخود بیعت کی ہے سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنی حالتوں پر نظر رکھیں گے تب ہی ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچا سکتے ہیں۔

کورونا کی وبا جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کے لیے بھی خاص طور پر دعائیں کریں۔ اسی طرح جن ملکوں میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر ہے ان کے لیے بھی دعا کریں۔ پاکستان کے احمدیوں کو تو خاص طور پر صدقہ و خیرات اور دعاؤں پر ہمیشہ بہت زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَ انْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ یہ دعائیں بہت زیادہ پڑھیں۔ نمازوں کا جس طرح رمضان میں اہتمام ہوتا ہے وہ رمضان کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے۔ ہرطرح کے فتنے سے بچنے، مسلم امہ اور مجموعی طور پر انسانیت کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍ اپریل 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

قبولیت دعا کے لیے بھی بعض شرائط ہیں پس ہم جب ان شرائط کے مطابق اپنی دعاؤں میں حسن پیدا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے قریب اور دعاؤں کو سننے والا پائیں گے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں دعاؤں کی اہمیت، قبولیت کی شرائط، فلسفہ اور گہرائی کا بصیرت افروز بیان

الجزائر، پاکستان اور دنیا میں ہر جگہ تکالیف میں مبتلا احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ اَيَّامًا
مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ
فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ
لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(البقرۃ: 184تا187)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال پھر ہمیں ماہ رمضان میں سے گزرنے کا موقع مل رہا ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ صرف رمضان کے مہینے کو پانا اور اس میں سے گزرنا ہی کافی نہیں ہے یا صرف صبح سحری کھا کر روزہ رکھنا اور شام کو افطاری کر کے روزہ کھولنا ہی روزوں کے مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ ان روزوں کے ساتھ اور ان روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ روزوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بعض حکم دیے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمیں اپنا قرب عطا فرمانے اور قبولیت دعا کی نوید سنائی ہے۔ ان میں سے چند آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں روزوں کی فرضیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتا دیا کہ اگر بیماری یا کوئی اور جائز وجہ ہے تو روزوں سے رخصتی کی صورت میں پھر ان کو بعد میں پورا کرنا چاہیے۔ یا پھر اس کا فدیہ ہے اگر کوئی بالکل پورا نہ کر سکے، کوئی لمبی بیماری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر بعد میں روزے رکھنے کی طاقت ہو جائے تو پھر بھی فدیہ دینا بہتر ہے اگر مالی لحاظ سے کسی کو اس کی طاقت ہے۔

پھر قرآن کریم کی اہمیت اور اس کے نزول کے بارے میں بھی بتا کر ہمیں یہ بتایا کہ اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لیے ہدایت اور ایمان میں مضبوطی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیم کو سمجھنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اور پھر ہمیں یہ خوشخبری دی کہ میرے بندوں کو بتا دے کہ اے نبیؐ! مَیں ان کے قریب ہوں۔ دعاؤں کو سنتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔ اور رمضان کے مہینے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر آ جاتا ہے یعنی اپنے بندوں کی دعاؤں کو بہت زیادہ سنتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعائیں سنوں تو پھر تمہیں بھی میری باتوں کو ماننا ہو گا۔ مَیں نے جو احکامات دیے ہیں ان پر عمل کرنا ہو گا۔ صرف رمضان کے مہینے میں نہیں بلکہ ان نیکیوں کو مستقل زندگیوں کا حصہ بنانا ہو گا اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ پس قبولیت دعا کے لیے بھی بعض شرائط ہیں۔ پس ہم جب ان شرائط کے مطابق اپنی دعاؤں میں حسن پیدا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے قریب اور دعاؤں کو سننے والا پائیں گے۔

اس وقت میں دعاؤں کے حوالے سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض فرمودات پیش کر کے اس کی اہمیت اور ہمیں جو اپنی عملی حالتوں کو درست کرنا چاہیے اس کے متعلق قبولیت دعا کی شرائط کیا ہیں اور اس کا فلسفہ اور اس کی گہرائی کے بارے میں جو آپؑ نے بیان فرمایا اس میں سے کچھ پیش کروں گا۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو سطحی طور پر دعا کر کے پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں قبول نہیں کیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے ایک کام کہا جس کو اسے ماننا چاہیے تھا۔ یعنی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ ان کے حکموں کا پابند ہے۔ جو چاہیں وہ کہیں، جس طرح چاہیں وہ کہیں، جو چاہیں ان کے عمل ہوں لیکن اللہ تعالیٰ پابند ہے کہ ہماری باتیں سنے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا یہ نہیں ہو گا۔ پہلے تمہیں میری باتیں ماننی ہوں گی۔ اپنے عملوں کو قرآنی تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا۔ رمضان کے مہینے میں جب نیکیوں کا ماحول بنا ہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوا ہے تو میری ہدایات اور احکامات کو دیکھو، غور کرو، سنو اور ان پر عمل کرو۔ اپنے ایمانوں کا جائزہ لو کہ کتنے مضبوط ایمان ہیں تمہارے۔ کسی مشکل میں پڑنے پر، ابتلا آنے پر ایمان متزلزل تو نہیں ہو رہے؟ بہرحال یہ ایک ایسا مضمون ہے جس میں قدم بندے نے ہی پہلے اٹھانا ہے اور جب اس کی انتہا ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت جوش میں آتی ہے، اس کا فضل جوش میں آتا ہے۔ پس اس بات کو سمجھنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ

’’دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بَک بَک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہ کر آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لیے قَوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آ جاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اس کے لیے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت

بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 263 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ ہے دعا کا طریق اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا طریق اور دعا کو قبول کرانے کا طریق اور گناہوں سے پاک ہونے کا طریق۔ آج کل یہ سوال بڑا عام کیا جاتا ہے کہ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے۔ یہاں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اصولی بات بھی بیان فرما دی کہ اگر اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے جو مستقل تعلق ہے، جس کے لئے انسان نے حقیقی کوشش کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوتا ہے جو اسے بدیوں سے بچنے کی استقامت عطا فرماتا ہے اور نہ صرف یہ کہ بدیوں سے انسان بچتا ہے بلکہ نیکیاں کرنے اور مستقل نیکیاں کرنے کی قوت عطا ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب پا لیا ہے۔ پس حقیقی عابد انسان اس وقت بن سکتا ہے جب اس نہج پر سوچنے والا ہو اور اس کے مطابق عمل کرنے والا ہو اور اس کے لیے ہمیں اس رمضان میں کوشش بھی کرنی چاہیے۔

دعا کے حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض باتیں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ قبولیت دعا کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اس کو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دھوکے لگتے ہیں۔‘‘ کسی چیز کو سمجھنے کے لئے اس کی بنیاد کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ بنیادی چیز نہیں سمجھ آ رہی تو جتنے مرضی اس کے نکات ہوں، تشریحیں ہوں، وضاحتیں ہوں وہ سمجھ نہیں آ سکتے۔ فرمایا کہ ’’...... دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے۔‘‘ یعنی جذب کرنے کا ایک تعلق ہے۔ ’’یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔‘‘ اگر بندے کی سچائی اور سچے دل سے کوششیں ہوں گی تو پھر خدا تعالیٰ بندے کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ ’’اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواصِ عجیبہ پیدا کرتا ہے۔‘‘ عجیب وغریب قسم کے خواص ظاہر ہوتے ہیں۔ ’’سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے۔‘‘ صرف اس کو خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ ہر چیز نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی حیثیت اس کے سامنے نہیں رہتی۔ کسی بھی چیز کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ صرف خدا ہوتا ہے اور جب خدا کو دیکھا ہے تو اس کے آستانے پر پھر اس کی روح سر رکھ دیتی ہے ’’اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔‘‘ بندے کے اندر بھی جذب کرنے کی ایک قوت رکھی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں ان کو جذب کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ’’تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے۔‘‘ جو بھی بنیادی اسباب اس کام کو کرنے کے لیے ضروری ہیں، جو چیزیں بھی ضروری ہیں، جو لوازمات بھی ضروری ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اپنا اثر ڈالتا ہے۔ ’’جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لیے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لیے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادرِ مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔‘‘ پھر فرمایا کہ ’’...... جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔‘‘

(برکات الدعاء۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 9-10)

قرآن شریف بھی بے شمار پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی بہت پیشگوئیاں پوری ہوئیں، بہت ساری باتیں پوری ہوئیں، بہت نیک لوگوں کو نیک خوابیں آتی ہیں اور پوری ہوتی ہیں، دعاؤں کے اثر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ ساری باتیں اسی صورت میں ہوتی ہیں جب خالص ہو کر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔‘‘ مجاہدہ پہلے بندے کے ذمہ ڈالا تم نے مجاہدہ کرنا ہے۔ ’’یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا ہے کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ:6)‘‘ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ مجاہدہ کرو میں تمہیں اپنی راہ دکھلاؤں گا۔ دوسری طرف یہ دعا بھی سکھلا دی کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ ’’سو انسان کو چاہئے کہ اس کو مدنظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے۔‘‘ گڑگڑا کر دعائیں کرے ’’اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے۔ چنانچہ فرمایا۔ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی (بنی اسرائیل:73) کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اس جہان میں بھی اندھا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 20 مطبوعہ لندن) یعنی روحانی لحاظ سے اندھا ہے۔ جو اس جہان میں دنیا میں ڈوبا ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، جس نے دعاؤں کی حکمت کو نہیں پہچانا، جس نے دعاؤں کے اثر کو نہیں پہچانا اور دنیا میں ڈوبا ہوا ہے وہ پھر اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں پا سکتا۔ پس آپؑ فرماتے ہیں کہ آخرت کی تیاری اس دنیا سے ہونی چاہیے اس کی تیاری کر و فرمایا کہ ’’...... منشا یہ ہے کہ اُس جہان کے مشاہدہ کے لئے اسی جہان سے ہم کو آنکھیں لے جانی ہیں۔‘‘ اگلے جہان کو اللہ تعالیٰ کے قرب پانے والے جہان کو اگر دیکھنا ہے تو پھر اسی جہان سے ہمیں اس کو دیکھنے کے لیے آنکھیں لے جانی ہوں گی۔ ’’آئندہ جہان کو محسوس کرنے کے لئے حواس کی طیاری اسی جہان میں ہو گی۔ پس کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے۔‘‘ فرمایا کہ ’’اندھے سے مراد وہ ہے جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے۔ ایک شخص کورانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گیا۔‘‘ اندھی تقلید ہو رہی ہے۔ اس بات پر صرف اندھا ایمان ہے، اندھی تقلید ہے، پیروی کر رہا ہے، عمل کوئی نہیں صرف اندھی پیروی ہے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گیا اس لیے میں مسلمان ہوں۔ ’’مسلمان کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اسی طرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہو کر عیسائی ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا، رسول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اس کی دین سے محبت بھی قابلِ اعتراض ہے۔‘‘ جو اندھی تقلید کر رہا ہے اس کی دین سے محبت بھی قابل اعتراض ہے۔ ’’خدا اور رسولؐ کی ہتک کرنے والوں میں اس کا گذر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں۔ اس میں محبتِ دین نہیں۔ وَاِلَّا محبت والا اپنے محبوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کرتا ہے؟‘‘ اگر محبت ہو تو محبت کرنے والا اپنے محبوب کے خلاف کچھ نہیں پسند کرتا۔ ’’غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے کہ میں تو دینے کو تیار ہوں اگر تُو لینے کو تیار ہے۔ پس یہ دعا کرنا ہی اس ہدایت کو لینے کی تیاری ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 20 ایڈیشن 1984ء)

پس ان دنوں میں یہ دعا بہت کریں کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے۔ دلوں کو بھی پاک کرے۔ حقیقی عابد بنائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ادا کرنے والا بھی بنائے۔ نہ کہ آج کل جس طرح شدت پسند کر رہے ہیں ان کی طرح ہو جائیں۔ خدا اور رسول کے نام پر ظلم کیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے شر سے بھی ہر ایک کو بچائے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس قدر گنہگار ہو گئے ہیں کہ اب خدا تعالیٰ ہمیں بخشے گا نہیں۔ سوال بھی بعض پوچھ لیتے ہیں کہ کتنا گناہگار آدمی بخشا جا سکتا ہے اور پھر مزید اس بات پہ کہ ہم بخشے نہیں جائیں گے مزید گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اصل میں تو شیطان ان کے دلوں میں ایک وسوسہ ڈال رہا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دور کرنے کے لیے شیطان اپنے حربے استعمال کر رہا ہوتا ہے اور ایسے لوگ پھر شیطان کے ہاتھوں میں کھیلتے رہتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں شیطان کے اس حملے اور چنگل سے نکلنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔‘‘ ہرگز نہ رکو کہ بہت گناہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ ’’دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔‘‘ دعا ہی تو گناہوں سے بچنے کا علاج ہے۔ جب مستقل مزاجی سے دعا کرو گے تو دیکھو گے کہ گناہ بھی اسے

بُرا لگنے لگے گا۔ شیطان دوڑ جائے گا۔" جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔"
(ملفوظات جلد1 صفحہ 4-5 ایڈیشن 1984ء)

پھر وہ دین سے ہٹ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دین سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر انبیاء سے دور ہوتے ہوتے، دین سے ہٹتے ہٹتے دہریت تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس اسلام ایسے لوگوں کو بھی امید کی کرن دکھاتا ہے جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس لیے یہی موقع پیدا کرنے کے لیے کہ کس طرح گناہوں سے توبہ کرنی ہے، وہ ماحول پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر سال ہمیں یہ رمضان کا مہینہ دکھاتا ہے۔ پس اس مہینے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَآئِكَ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "میرے ساتھ میرے مولیٰ کریم کا صاف وعدہ ہے کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَآئِكَ۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں کہ کُلَّ سے مراد یہ ہے کہ جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچتا ہے۔" "میں سمجھتا ہوں کہ ہر دعا سے یہ مراد نہیں کہ ہر دعا سنی جائے گی لیکن اگر کُلَّ سے مراد یہ ہے کہ وہ دعائیں جن کے نہ سننے سے ضرر پہنچتا ہے۔" "لیکن اگر اللہ تعالیٰ تربیت اور اصلاح چاہتا ہے تو رد کرنا ہی اجابتِ دعا ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کسی دعا میں ناکام رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دعا رد کر دی حالانکہ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو سن لیتا ہے اور وہ اجابت بصورت ردہی ہوتی ہے کیونکہ اس کے لئے درپردہ اور حقیقت میں بہتری اور بھلائی اس کے رد ہی میں ہوتی ہے۔ انسان چونکہ کوتاہ بین ہے اور دور اندیش نہیں بلکہ ظاہر پرست ہے اس لئے اس کو مناسب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرے اور وہ بظاہر اس کے مفید مطلب نتیجہ خیز نہ ہو تو خدا پر بدظن نہ ہو کہ اس نے میری دعا نہیں سنی۔ وہ تو ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:61) فرماتا ہے۔ راز اور بھید یہی ہوتا ہے کہ داعی کے لئے خیر اور بھلائی رَدِّ دعا ہی میں ہوتی ہے۔" (ملفوظات جلد1 صفحہ 106) یعنی دعا کرنے والے کے لیے خیر اور بھلائی اسی میں ہے کہ دعا نہ سنی جائے۔

پھر اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ "دعا کا اصول یہی ہے اللہ تعالیٰ قبول دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔ دیکھو بچے کس قدر اپنی ماؤں کو پیارے ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے لیکن اگر بچے بے ہودہ طور پر اصرار کریں اور رو کر تیز چاقو یا آگ کا روشن اور چمکتا ہوا انگارہ مانگیں تو کیا ماں باوجود سچی محبت اور حقیقی دلسوزی کے کبھی گوارا کرے گی کہ اس کا بچہ آگ کا انگارہ لے کر ہاتھ جلا لے یا چاقو کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر ہاتھ کاٹ لے۔ ہرگز نہیں۔ اسی اصول سے اجابت دعا کا اصول سمجھ سکتے ہیں۔" فرمایا کہ "میں خود اس امر میں ایک تجربہ رکھتا ہوں کہ جب دعا میں کوئی جزو مضر ہوتا ہے تو وہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی ہے۔" "یہ نہیں کہ ساری دعائیں میری قبول ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کو غیب کا علم ہے۔ جب کوئی بات اس دعا میں مضر ہوتی ہے، نقصان دہ ہوتی ہے تو میری وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ "یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارا علم یقینی اور صحیح نہیں ہوتا۔ بہت سے کام ہم نہایت خوشی سے مبارک سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ان کا نتیجہ بہت ہی مبارک خیال کرتے ہیں مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چٹ جاتا ہے۔"

اس کی بہت ساری مثالیں آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں۔ روزانہ کی ڈاک میں مَیں نے دیکھا ہے لوگوں کے خط آتے ہیں کہ دعا کرتے ہیں اور پھر زبردستی ایک کام کو کرنے کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں پھر اس کے نتیجے بہتر نہیں نکلتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے دعا بھی بہت کی تھی اور بڑا صدقہ خیرات دے کر یہ کام شروع کیا تھا پھر بھی اس کا نتیجہ نیک نہیں نکلا یا ہماری وہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بھی دیکھنے والی بات ہے کہ دعا کو جو انتہا تک پہنچانے والی بات ہے وہ پہنچائی؟ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق قائم کرنا چاہیے وہ ہوا؟ اگر نہیں تو پھر تو زبانی جمع خرچ ہی ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اور اگر دعا کو انتہا تک پہنچایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو رد کر دیا یا اس کے نتائج نہیں نکلے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ اسی میں انسان کا فائدہ تھا اور اگر غلطی کی وجہ سے انسان زور دیتا ہے تو پھر انسان کو بجائے اللہ تعالیٰ پر شکوہ کرنے کے استغفار کرنی چاہیے کہ میرے سے غلطی ہوئی اور میں اس بات پر زیادہ زور دیتا رہا جو میرے حق میں نہیں تھی بات۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ قبول کر لے۔ اگر بہتر نہیں ہے تب بھی قبول کر لے۔ بعض رشتوں میں بھی ایسا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا سن لی، رشتہ ہو گیا جہاں وہ پسند کرتا تھا اور اس کے کچھ عرصہ بعد علیحدگی بھی ہو گئی تو ایسی دعائیں پھر کرنی بھی نہیں چاہئیں۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سبق دینے کے لیے بھی انسان کو سکھا دیتا ہے۔ اس کی بعض دعائیں قبول کر لیتا ہے جو اس کے حق میں اچھی نہیں ہوتیں لیکن پھر نتیجہ جب سامنے آتا ہے تو پھر وہ توبہ استغفار کرتا ہے۔

بہرحال آپؑ نے فرمایا کہ "غرض یہ کہ خواہشات انسانی سب پر صاد نہیں کر سکتے کہ سب صحیح ہیں۔ چونکہ انسان سہو اور نسیان سے مرکب ہے۔" غلطیاں ہوتی ہیں انسان سے "اس لئے ہونا چاہئے اور ہوتا ہے کہ بعض خواہش مضر ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو منظور کر لے تو یہ امر منصب رحمت کے صریح خلاف ہے۔" بعض خواہش مضر بھی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح پیارا بندہ ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اس دعا کو اس کے لیے قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ بات اس کی رحمت کے منصب کے خلاف ہے۔ اپنے پیاروں کو کبھی اس طرح سے نقصان نہیں پہنچواتا۔ فرمایا کہ "یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے مگر ہر رطب و یابس کو نہیں۔" ہر شخص کے لیے نہیں ہے "کیونکہ جوش نفس کی وجہ سے انسان انجام اور آل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے۔" فکر ہی نہیں ہوتی اس کو کہ اس کے کیا نتیجے نکلنے ہیں۔ "مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور آل بین ہے اُن مضرتوں اور بدنتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورت قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں اسے رد کر دیتا ہے اور یہ ردِ دعا ہی اس کے لئے قبول دعا ہوتا ہے۔" اپنے قریبیوں کے لیے تو خدا تعالیٰ کا یہ اصول ہے۔ "پس ایسی دعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے مگر مضر دعاؤں کو بصورت ردّ قبول فرمالیتا ہے۔" فرمایا کہ "مجھے یہ الہام بارہا ہو چکا ہے۔" جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ "اُجِیْبُ کُلَّ دُعَآئِكَ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہر ایک ایسی دعا جو نفس الامر میں نافع اور مفید ہے قبول کی جائے گی۔" آپ نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ جو منافع بخش دعا ہے وہ قبول کی جائے گی۔ فرمایا کہ "میں جب اس خیال کو اپنے دل میں پاتا ہوں تو میری روح لذت اور سرور سے بھر جاتی ہے۔ جب مجھے یہ اوّل ہی اوّل الہام ہوا تو قریباً پچیس یا تیس برس کا عرصہ ہوتا ہے تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں جو میرے یا میرے احباب کے متعلق ہوں گی ضرور قبول کرے گا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس معاملہ میں بخل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک انعام الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفت میں فرمایا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ: 4) پس میں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصول کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ یاد دلائیں کوئی امر خطیر پیش کریں یا نہ کریں۔" مشکل معاملہ پیش کریں یا نہ کریں۔ "ان کی دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔"
(ملفوظات جلد1 صفحہ106تا108، ایڈیشن 1984ء)

قبولیت دعا کی شرائط کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا "یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے۔" یہ بڑی اہم بات ہے۔ جو دعا کے لیے کہنے والا ہے اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو سامنے رکھے "اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔" یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے اس کے دل میں۔ "اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔" یہ ضروری چیزیں ہیں۔ صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنائے۔ "تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے۔" جب ایسی صورت پیدا ہو جائے گی یہ ساری شرطیں پوری ہوں گی تو اللہ تعالیٰ پھر دعا کی قبولیت کا دروازہ کھولتا ہے "اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے حکموں پر نہیں چلتا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی نہیں کرتا تو فرمایا "تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں۔" دیوار بن جائیں گی، روک بن جائیں گی، چٹان کی طرح کھڑی ہو جائیں گی "اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔" اس کے لیے قبولیت دعا کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ نہ اس کی اپنی دعائیں قبول ہوتی ہیں نہ جس سے وہ دعا کروا رہا ہے اس کی دعائیں اس کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ فرمایا "پس ہمارے دوستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد1 صفحہ108، ایڈیشن 1984ء)

اگر یہ عمل صحیح نہیں ہیں تو پھر میری دعائیں بھی تمہارے حق میں قبول نہیں ہوں گی بلکہ تمہارے عمل ان کی قبولیت کے رستے میں روک بن جائیں گے۔

پھر دعا کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اعتقادی لحاظ سے انسان مضبوط ہو۔ یہ بنیادی شرط ہے۔ اور عمل صالح کرنے والا ہو۔عمل صالح کا پہلے بھی ذکر آ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری باتوں پر لبّیک کہو۔ میری مانو۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کا مثبت جواب دینا، ان پر عمل کرنا یہی ایک بنیادی چیز ہے جو پھر دعاؤں کی قبولیت کے لیے ضروری ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد۔ اعمال میں نظر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔‘‘ سامان مہیا ہوں گے جو اصلاح کے لیے ضروری ہیں، اپنی حالتیں درست کرو گے، درست کرنے کی کوشش کرو گے تو پھر اصلاح بھی ہو گی۔ فرمایا کہ ’’وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے۔‘‘ اگر دعا سچے دل سے کی جا رہی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے جو اصلاح کا موجب بن جاتا ہے۔ ’’وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے۔‘‘ جو دعا کرنا ہے وہ بھی تو ایک سبب، وجہ ہے ناں ’’جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اور اِیَّاكَ نَعۡبُدُ کا تقدم اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحہ:۵) پر جو کلمۂ دعائیہ ہے اس امر کی خاص تشریح کر رہا ہے۔‘‘ کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور پھر تجھ سے مدد چاہتے ہیں کہ ہمارے کام ہو جائیں۔ اس امر کی خاص تشریح کر رہا ہے۔ ’’غرض عادۃ اللہ ہم یونہی دیکھ رہے ہیں کہ وہ خلقِ اسباب کر دیتا ہے۔‘‘ اسباب پیدا کر دیتا ہے انسان کے لیے۔ ’’دیکھو پیاس کے بجھانے کے لئے پانی اور بھوک کے مٹانے کے لئے کھانا مہیا کرتا ہے مگر اسباب کے ذریعے۔‘‘ یہ نہیں ہے کہ یونہی پیاس بجھ گئی یا پانی ویسے ہی آسمان سے ایک دم جادو کی طرح آ گیا یا کھانا میسر ہو گیا۔ اسباب پیدا ہوتے ہیں، ذریعے پیدا ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے پانی بھی ملتا ہے اور کھانا بھی ملتا ہے۔ ’’پس یہ سلسلۂ اسباب یونہی چلتا ہے اور خلقِ اسباب ضرور ہوتا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کے یہ دو نام ہی ہیں۔ ...... کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا (النساء:159) عزیز تو یہ ہے کہ ہر ایک کام کر دینا اور حکیم یہ کہ ہر ایک کام کسی حکمت سے موقع اور محل کے مناسب اور موزوں کر دینا۔ دیکھو نباتات، جمادات میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں۔ تربد ہی کو دیکھو کہ وہ ایک دو تولہ تک دست لے آتی ہے، ایسا ہی سقمونیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر تو قادر رہے کہ یونہی دست آ جائے یا پیاس بدوں پانی ہی کے بجھ جائے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ پیٹ کھول دے اور پانی کے بغیر پیاس بجھ جائے۔ ’’مگر چونکہ عجائباتِ قدرت کا علم کرانا بھی ضروری تھا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں یہ عجائبات ہیں قدرت کے ان کو علم کرانا بھی ضروری تھا۔ ’’کیونکہ جس قدر واقفیت اور علم عجائباتِ قدرت کا وسیع ہوتا جاتا ہے اسی قدر انسان اللہ تعالیٰ کی صفات پر اطلاع پا کر قرب حاصل کرنے کے قابل ہوتا جاتا ہے۔ طبابت، ہیئت سے ہزارہا خواص معلوم ہوتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ124-125، ایڈیشن 1984ء)

اگر انسان کی روحانی آنکھ دیکھے تو یہ جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں ایک موحد سائنسدان جو ہے، اللہ تعالیٰ کو ماننے والا سائنسدان جو ہے وہ ہر ایجاد پر یا ہر چیز کو دیکھ کر اس پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ایک ثبوت حاصل کرتا ہے اور اس کا ایمان بڑھتا ہے لیکن دہریہ چاہے اس کو اتفاق کہہ دیتا ہے لیکن بہرحال فرمایا کہ یہ عجائبات قدرت اللہ تعالیٰ نے دکھائے ہی اس لیے ہیں تا کہ انسان کو پتہ لگے کہ ہر چیز کا ایک مقصد ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدہ:28)۔ گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔‘‘ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ۔ ’’یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (الرعد:32)‘‘ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔ ’’پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لیے ایک غیر منفک شرط ہے۔‘‘ ایسی شرط ہے جسے الگ نہیں کیا جا سکتا، چھوڑا نہیں جا سکتا، ردّ نہیں کیا جا سکتا۔ ’’تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیتِ دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیتِ دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ108-109، ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پہ ایمان بھی لاؤ۔ اسی طرح ایمان بڑھے گا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رحم کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’یہ یاد رہے کہ رحم دو قسم کا ہوتا ہے ایک رحمانیت دوسرا رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔ رحمانیت تو ایسا فیضان ہے کہ جو ہمارے وجود اور ہستی سے بھی پہلے ہی شروع ہوا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل اپنے علم قدیم سے دیکھ کر اس قسم کا زمین و آسمان اور ارضی اور سماوی اشیاء ایسی پیدا کی ہیں جو سب ہمارے کام آنے والی ہیں اور کام آتی ہیں۔ اور ان سب اشیا سے انسان ہی عام طور پر فائدہ اٹھاتا ہے۔ بھیڑ بکری اور دیگر حیوانات جبکہ بجائے خود انسان کے لئے مفید شے ہیں تو وہ کیا فائدہ اٹھاتے ہیں؟‘‘ یہ سب چیزیں تو انسان کے فائدے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ انہوں نے کیا فائدہ اٹھانا ہے۔ ’’دیکھو جسمانی امور میں انسان کیسی کیسی لطیف اور اعلیٰ درجہ کی غذائیں کھاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا گوشت انسان کے لیے ہے۔ ٹکڑے اور ہڈیاں کتوں کے واسطے۔ جسمانی طور پر جو حظوظ اور لذات انسان کو حاصل ہیں گو حیوان بھی اس میں شریک ہیں مگر انسان کو وہ بدرجہ اعلیٰ حاصل ہیں اور روحانی لذات میں جانور شریک بھی نہیں ہیں۔‘‘ روحانی لذات جو ہیں وہ تو صرف انسان کے لیے ہیں۔ جانور تو اس میں شریک ہی نہیں۔ ’’پس یہ دو قسم کی رحمتیں ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے وجود سے پہلے پیش از وقت کے طور پر تقدمہ کی صورت میں‘‘ یعنی پہلے ہی تیار کر کے رکھی گئی ہیں، ’’عناصر وغیرہ اشیاء پیدا کیں جو ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں اور یہ ہمارے وجود، خواہش اور دعا سے پہلے ہیں۔‘‘ ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے کی چیزیں ہیں۔ ہماری خواہش سے بھی پہلے سے ہی یہ موجود ہیں۔ ہماری دعا مانگنے سے بھی پہلے سے ہی موجود ہیں۔ ’’جو رحمانیت کے تقاضے سے پیدا ہوئے۔‘‘ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

’’اور دوسری رحمت رحیمیت کی ہے۔ یعنی جب ہم دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ غور کیا جاوے تو معلوم ہو گا کہ قانونِ قدرت کا تعلق ہمیشہ سے دعا کا تعلق ہے۔ بعض لوگ آج کل اس کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ہماری دعا کا جو تعلق خدا تعالیٰ سے ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی بیان کروں۔‘‘

فرمایا ’’ایک بچہ‘‘ یعنی ایک انسان کا دعا سے جو تعلق ہے وہ بیان کیا۔ ’’ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چِلّاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آ جاتا ہے۔ بچہ دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن اس کی چیخیں دودھ کو کیونکر کھینچ لاتی ہیں؟ اس کا ہر ایک کو تجربہ ہے بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں مگر بچہ کی چلاہٹ ہے کہ دودھ کو کھینچے لاتی ہے۔ تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لا سکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ دیکھ نہیں سکتے۔ بچہ کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتہ کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر اگر دعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم کا رحم یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک رحم مانگنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ مانگتے جاؤ گے ملتا جاوے گا۔ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن:61) کوئی لفّاظی نہیں بلکہ یہ انسانی سرشت کا ایک لازمہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ128تا130، ایڈیشن 1984ء)

پھر اس بات کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے کہ مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ فرمایا کہ ’’مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا۔ جو نہیں سمجھتا اور نہیں مانتا وہ جھوٹا ہے۔ بچہ کی مثال جو میں نے بیان کی ہے‘‘ جو آپ نے پہلے بیان کی ہے۔ ’’وہ دعا کی فلاسفی خوب حل کر کے دکھاتی ہے۔ رحمانیت اور رحیمیت دو نہیں ہیں۔ پس جو ایک کو چھوڑ کر دوسری کو چاہتا ہے اسے مل نہیں سکتا۔ رحمانیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہم میں رحیمیت سے فیض اٹھانے کی سکت پیدا کرے۔‘‘ رحمانیت اللہ تعالیٰ کی یہ ہے

اس نے تو ہمیں رستے دکھا دیے، بتا دیا، چیزیں بھی دے دیں اور جو اس کی چیزیں ہم نے مانگ کے لینی ہیں اس کی ہمت پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے رحمانیت دعا کرانے اور اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کو حاصل کرنے کے ذرائع پیدا کرتی ہے۔ فرمایا کہ ’’جو ایسا نہیں کرتا وہ کافرِ نعمت ہے۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ کے یہی معنی ہیں کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ ان ظاہری سامانوں اور اسباب کی رعایت سے جو تُو نے عطا کیے ہیں۔‘‘ ہم عبادت کرتے ہیں ان ظاہری اسباب کے ذریعہ سے۔ ’’دیکھو یہ زبان۔‘‘ زبان کی مثال آپ دے رہے ہیں۔ ’’جو عروق اور اعصاب سے خلق کی ہے۔‘‘ اس کی رگیں ہیں، نسیں ہیں، لعاب ہے یا اعصاب ہیں یہ سب چیزیں زبان کا حصہ ہیں۔ اسی سے زبان بنی ہے۔ ’’اگر ایسی نہ ہوتی تو ہم بول نہ سکتے۔‘‘ ایسی زبان خشک ہو جاتی۔ زبان اگر خشک ہو جائے۔ اس کی نسیں اور رگیں تر نہ ہوں تو انسان بول نہیں سکتا۔ ان کو ہر وقت تری مل رہی ہے تب بھی انسان زبان ہلا نہیں سکتا۔ فرمایا کہ ’’ایسی زبان دعا کے واسطے عطا کی جو قلب کے خیالات تک کو ظاہر کر سکے۔‘‘ پھر خیالات کو ظاہر کرنے کے لیے زبان عطا کی۔ ہم اس سے بول لیتے ہیں۔ ’’اگر ہم دعا کا کام زبان سے کبھی نہ لیں تو یہ ہماری شوربختی ہے۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ اگر وہ زبان کو لگ جاویں تو یکدفعہ ہی زبان اپنا کام چھوڑ بیٹھتی ہے یہاں تک کہ انسان گونگا ہو جاتا ہے۔ پس یہ کیسی رحیمیت ہے کہ ہم کو زبان دے رکھی ہے۔‘‘ میرا خیال ہے شاید یہاں رحمانیت کا لفظ ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے زبان دے رکھی ہے۔ یہ بھی اس کی رحمانیت ہے۔ اور پھر اس کے استعمال کرنے کا طریقہ ہمیں سکھایا۔ اس کا جو استعمال ہے اور اس کو ہم استعمال کرتے ہیں یہ بھی رحیمیت ہے۔ ’’ایسا ہی کانوں کی بناوٹ میں فرق آ جاوے تو خاک بھی سنائی نہ دے۔ ایسا ہی قلب کا حال ہے وہ جو خشوع و خضوع کی حالت رکھی ہے اور سوچنے اور تفکر کی قوتیں رکھی ہیں۔ اگر بیماری آ جاوے تو وہ سب قریباً بیکار ہو جاتی ہیں۔ مجنونوں کو دیکھو کہ ان کے قویٰ کیسے بیکار ہو جاتے ہیں۔ تو کیا یہ ہم کو لازم نہیں کہ ان خداداد نعمتوں کی قدر کریں؟ اگر ان قویٰ کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل سے ہم کو عطا کیے ہیں بیکار چھوڑ دیں تو لَارَیب ہم کافر نعمت ہیں۔ پس یاد رکھو کہ اگر اپنی قوتوں اور طاقتوں کو معطل چھوڑ کر دعا کرتے ہیں۔ تو دعا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ جب ہم نے پہلے عطیہ سے کچھ کام نہیں لیا تو دوسرے کو کب اپنے لیے مفید اور کار آمد بنا سکیں گے۔‘‘

یہ مثالیں دے کر آپ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرو اور انہیں کام میں لاؤ جو اس کا اعلیٰ کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا صحیح استعمال مانگو اور جب یہ ہو گا تو پھر ہی ایک بندہ حقیقی بندگی کا حق ادا کر سکتا ہے۔ اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کر سکتا ہے اور پھر یہ شکرِ انسان، یہ جو شکر ہے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتا ہے اور رحمانیت سے عطا کی ہوئی چیزیں رحیمیت سے پھر حصہ بھی لیتی ہیں اور قبولیتِ دعا کے نظارے انسان دیکھتا ہے۔

پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ’’پس اِیَّاكَ نَعۡبُدُ یہ بتلا رہا ہے کہ اے ربّ العالمین! تیرے پہلے عطیہ کو بھی ہم نے بیکار اور برباد نہیں کیا۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے سچی بصیرت مانگے کیونکہ اگر اس کا فضل اور کرم دستگیری نہ کرے تو عاجز انسان ایسی تاریکی اور اندھکار میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ دعا ہی نہیں کر سکتا۔‘‘ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہی اس کی رہنمائی کرتا ہے، وہی مدد کرتا ہے ورنہ انسان تو عاجز ہے، وہ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ دنیا کی تاریکی میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کو دعا کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ ’’پس جب تک انسان خدا کے اس فضل کو جو رحمانیت کے فیضان سے اسے پہنچا ہے کام میں لا کر دعا نہ مانگے کوئی نتیجہ بہتر نہیں نکال سکتا۔‘‘ انسان کو بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی پڑتی ہے اس اندھیرے سے نکلنے کے لیے۔

فرمایا ’’میں نے عرصہ ہوا انگریزی قانون میں یہ دیکھا تھا کہ تقاوی کے لئے پہلے کچھ سامان دکھانا ضروری ہوتا ہے۔‘‘ تقاوی ہوتا ہے ایک زراعتی قرضہ جو زمیندار لیتے ہیں۔ یہاں بھی قرض لیتے ہیں جسے mortgage وغیرہ کہتے ہیں تو بیچ میں کچھ اپنی رقم ڈالنی پڑتی ہے یا کوئی ضمانت دینی پڑتی ہے۔ سامان دکھانا ضروری ہوتا ہے۔ کچھ نہ کچھ عمل پیش کرنا پڑتا ہے۔ عملی طور پر کچھ نہ کچھ پیش کرنا پڑتا ہے۔ ’’اسی طرح قانونِ قدرت کی طرف دیکھو کہ جو کچھ ہم کو پہلے ملا ہے اس سے کیا بنایا؟ اگر عقل و ہوش، آنکھ کان رکھتے ہوئے نہیں بہکے ہو اور حُمق اور دیوانگی کی طرف نہیں گئے تو دعا کرو اَور بھی فیضِ الٰہی ملے گا۔‘‘ اگر سب چیزیں انسان کو ملی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں اس سے بہکے نہیں ہیں تو پھر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں دی ہیں تو فضل الٰہی اَور بڑھے گا ’’ورنہ محرومی اور بدقسمتی کے لچھن ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 128 تا 131، ایڈیشن 1984ء)

اگر نعمتوں کا صحیح استعمال نہیں ہے تو پھر دعائیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں بلکہ محرومی اور بدقسمتی پھر انسان کے شامل حال رہتی ہے۔ پس ہمیں اس پر بہت غور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر آپ فرماتے ہیں ’’قانون قدرت میں قبولیت دعا کی نظیریں موجود ہیں اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ زندہ نمونے بھیجتا ہے۔ اسی لئے اس نے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (الفاتحہ:6) کی دعا تعلیم فرمائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء اور قانون ہے اور کوئی نہیں جو اس کو بدل سکے۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کی دعا سے پایا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر۔‘‘ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر۔ مکمل کر۔ پورا کر۔ ’’ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو اشارۃ النص کے طور پر اس سے دعا کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔‘‘ ظاہری طور پر دعا کرنے کا حکم ہے۔ ’’صراط مستقیم کی ہدایت مانگنے کی تعلیم ہے۔‘‘ یہ ضرور ہے۔ یہی ہے اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ ’’لیکن اس کے سر پر اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ (الفاتحہ:5) بتا رہا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یعنی صراطِ مستقیم کے منازل کے لئے قویٰ سلیم سے کام لے کر استعانتِ الٰہی کو مانگنا چاہئے۔‘‘ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔ بتا رہا ہے کہ اگر صراط مستقیم کو حاصل کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جو قویٰ تمہیں دیے ہیں ان سے کام لے کر صراط مستقیم پہ چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنی پڑے گی۔ ’’پس ظاہری اسباب کی رعایت ضروری ہے۔ جو اس کو چھوڑتا ہے وہ کافرِ نعمت ہے۔‘‘ نیکیاں کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی پڑے گی۔ فرمایا ہمیں ’’...... ایسی زبان دعا کے لئے عطا کی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ’’جو قلب کے خیالات اور ارادوں کو ظاہر کر سکے۔‘‘ پھر فرمایا ’’...... ایسا ہی قلب میں خشوع و خضوع کی حالت رکھی اور سوچنے اور تفکر کی قوتیں ودیعت کی ہیں۔ پس یاد رکھو۔ اگر ہم ان قوتوں اور طاقتوں کو معطل چھوڑ کر دعا کرتے ہیں تو یہ دعا کچھ بھی مفید اور کارگر نہ ہو گی کیونکہ جب پہلے عطیہ سے کچھ کام نہیں لیا تو دوسرے سے کیا نفع اٹھائیں گے۔ اس لئے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ سے پہلے اِيَّاكَ نَعۡبُدُ بتا رہا ہے کہ ہم نے تیرے پہلے عطیوں اور قوتوں کو بیکار اور برباد نہیں کیا۔ یاد رکھو! رحمانیت کا خاصہ یہی ہے کہ وہ رحیمیت سے فیض اٹھانے کے قابل بنا دے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جو اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومن:61) فرمایا یہ نری لفاظی نہیں ہے بلکہ انسانی شرف اسی کا متقاضی ہے۔ مانگنا انسانی خاصہ ہے اور جو استجابت جُو اللہ تعالیٰ کا نہیں وہ ظالم ہے۔‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی تلاش میں نہیں رہتا وہ پھر ظالم انسان ہے۔ ’’دعا ایک ایسی سرور بخش کیفیت ہے کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں کن الفاظ میں اس لذت اور سرور کو دنیا کو سمجھاؤں۔ یہ تو محسوس کرنے ہی سے پتہ لگے گا۔ مختصر یہ کہ دعا کے لوازمات سے اوّل ضروری یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ اور اعتقاد پیدا کریں کیونکہ جو شخص اپنے اعتقادات کو درست نہیں کرتا اور اعمال صالحہ سے کام نہیں لیتا اور دعا کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ (الفاتحہ:6) کی دعا میں یہ مقصود ہے کہ ہمارے اعمال کو اکمل اور اتم کر اور پھر یہ کہہ کر کہ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (الفاتحہ:7) اور بھی صراحت کر دی کہ ہم اس صراط کی ہدایت چاہتے ہیں جو منعم علیہ گروہ کی راہ ہے اور مغضوب گروہ کی راہ سے بچا جن پر بد اعمالیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آ گیا اور الضّآلّین کہہ کر یہ دعا تعلیم کی کہ اس سے بھی محفوظ رکھ کہ تیری حمایت کے بدوں بھٹکتے پھریں۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 199-200، ایڈیشن 1984ء)

بغیر تیری حمایت کے ہم بھٹکتے پھریں۔ ہمیں بھٹکنے سے بھی بچا۔ پس اس لحاظ سے غور کر کے سورۂ فاتحہ بھی جب پڑھیں تو اس طرح دعا کرنی چاہیے۔

پھر آپؑ دعا میں اسباب کی رعایت کے ضروری ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ ’’سنو! وہ دعا جس کے لئے اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المومن:61) فرمایا ہے اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے۔ اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔ پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاشِ اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ ہے۔ انسان کی ظاہری بناوٹ اس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا ایک قدرتی رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوۡا عَلَى

اَلۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی (المائدۃ:3) کے معانی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔

ہاں! میں کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو۔ امدادِ باہمی۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لیے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (الصّف:15) کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح صدا دیتے ہیں؟ نہیں۔ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں۔'' جو سامان دنیاوی ہیں یہ مہیا کرنے بھی ضروری ہیں ''جو دعا کا ایک شعبہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اور اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (المومن:52)'' کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں ضرور مدد کریں گے۔ فرمایا کہ ''ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد کرسکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 168-169، ایڈیشن 1984ء)

پس نبیوں کو بھی اسباب کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ہی ان کے لیے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور سلطان نصیر مہیا فرما دیتا ہے جو ان کے کام کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔

دعا کے حوالے سے نماز کی غرض اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ''نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 352، ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ''بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط اور باطل ہے'' یہ چیز۔ ''ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ! درد نیست وگرنہ طبیب ہست''

کون ہے جو عاشق ہوا ہو اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو۔ اے صاحب! درد ہی نہیں ورنہ طبیب تو موجود ہے۔

''خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لاانتہا فضل و برکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 352-353، ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ نے فرمایا ''مومنوں کی تعریف میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ھٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:192) یعنی مومن وہ لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ زمین و آسمان میں عجائب صنعتیں موجود ہیں ان میں فکر اور غور کرتے رہتے ہیں اور جب لطائفِ صنعت الٰہی ان پر کھلتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خدایا تُو نے ان صنعتوں کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یعنے وہ لوگ جو مومن خاص ہیں صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگوں کی طرح صرف اتنی ہی غرض نہیں رکھتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کریں کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اس کا قطر اس قدر ہے اور اس کی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں سے اس کو اس قسم کے تعلقات ہیں بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنے کے بعد اور اس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کر جاتے ہیں اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 191-192)

یعنی علم حاصل کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور یہی ایک مومن کی خاص نشانی اور امتیاز ہے۔

یہ چند باتیں میں نے اس عظیم خزانے میں سے پیش کی ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں عطا فرمایا جس سے دعا کی اہمیت، حکمت، دعائیں مانگنے کا طریق، اس کی فلاسفی سب پر کچھ نہ کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اگر ہم اس کو سمجھنے والے ہوں تو ہم اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والے بن سکتے ہیں۔ پس ہمیں اس رمضان میں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کے لیے اس کے حکموں پر چلنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرتے چلے جانے والے ہوں۔ دعا کی حکمت اور فلاسفی کو سمجھنے والے ہوں۔ اپنے اعمال کی اصلاح کرنے والے بنیں اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوتی ہیں۔ یہ رمضان ہمارے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور روحانی تعلق میں، روحانی حالت میں ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہو۔

اپنے بھائیوں کے لیے بھی دعائیں کریں۔ پہلے بھی میں دعاؤں کے لیے تحریک کرتا رہتا ہوں۔ جو پاکستان میں ہیں یا الجزائر میں ہیں یا کسی بھی جگہ میں ہیں اور کسی بھی طرح خاص طور پر جماعتی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ پاکستان میں تو روزانہ کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے جہاں احمدیوں کو کسی نہ کسی رنگ میں تکلیفیں دی جاتی ہیں۔ اس لیے خاص طور پر ان کے لیے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اسی طرح الجزائر میں بھی شاید دوبارہ ان کے کیس کھولنے کے ارادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی محفوظ رکھے۔

دوسروں کے لیے دعائیں کرنے سے بھی اپنی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ نسخہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے بلکہ دوسروں کے لیے دعائیں کرنے والے کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں کی دعائیں جب ہو رہی ہوں تو یہ کس قدر فائدہ مند سودا ہے۔ پس ہمیں خاص طور پہ صرف اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے بھی بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بھی اس رمضان میں خاص طور پر توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

آج کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ھَدَیۡتَنَا وَ ھَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّابُ

(سورۃ آلِ عمران:9)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی ہدایت کے بعد گمراہی سے بچنے کی جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو متعدد بار اس دعا کے پڑھنے کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

خدا کرے کہ ہم آپس میں جو چھوٹی چھوٹی باتوں میں رنجشیں ہیں اور لڑائیاں ہوتی ہیں ان کو جلد ختم کرنے والے ہوں، ہر کوئی جلد صلح کی طرف بڑھنے والا ہو۔ یہ بڑا سخت انذار ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ وہ کاٹا جائے گا۔ خدا نہ کرے کہ کبھی کوئی احمدی کاٹا جائے پس استغفار کریں اور ہر احمدی کو بہت زیادہ استغفار کرنا چاہئے۔ اور یہ دعا بھی پڑھنی چاہئے کہ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ھَدَیۡتَنَا وَھَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّابُ (آل عمران:9)

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ:675، خطبہ جمعہ 17/ ستمبر 2004ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

گا۔ تو وہ بزرگ جو پیچھے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز توڑ دی اور علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ کشفی طور پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے امام کے دل کی حالت بتا دی۔ بعد میں مقتدیوں نے شکایت کی مولوی صاحب! اس نے آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، توڑ دی تھی۔ بڑے غصہ میں انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ کیا وجہ ہے؟ تم نے کیوں نماز توڑی؟ تمہیں پتہ ہے یہ کتنا گناہ ہے۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! مَیں کمزور بوڑھا آدمی ہوں۔ آپ نے سفر شروع کیا امرتسر سے اور کلکتہ پہنچ گئے، ابھی آپ نے بخارا تک جانا تھا۔ مَیں اتنی دور آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ تو بعض دفعہ نماز پڑھانے والوں کا بھی یہ حال ہوتا ہے۔

پھر 1906ء کی ایک تقریر میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیضِ عام کے ماتحت پیدا کر دے''۔ فرمایا ''صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نِرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرتِ احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے۔ پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دعا قبول ہو گی''۔

فرمایا ''نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام، رکوع، سجود کر لیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لئے، خواہ اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں''۔ فرمایا کہ ''... یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالبِ حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے'' (یعنی نماز جیسی نعمت کے ہوتے ہوئے) ''کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور اُن راستبازوں کا جو پہلے ہو گزرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔ جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اُس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس اُن نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔... جب تک انسان اُس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے''۔ (ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 111-109۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

(خطبہ جمعہ 20؍ مئی 2011ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

پیدا کرے گا۔ بعض کے نزدیک فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا کا یہ بھی مطلب ہے کہ کوئی کام نفلی طور پر بھی تم کرتے ہو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ دونوں مطلب اس کے ہیں یعنی نفلی طور پہ زائد فدیہ دے دیا یا ایک کے بجائے دو مسکینوں کو کھلا دیا یا پتا ہونے کے باوجود کہ آج روزہ کسی وجہ سے نہیں رکھ سکا کل رکھ لوں گا پھر بھی فدیہ دے دیا تو یہ زائد نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکیوں کے اجر دیتا ہے خواہ وہ اپنے پر بوجھ ڈال کر کی جائیں یا نفلی نیکیاں کی جائیں، خوشی سے کی جائیں۔ اس آیت کے آخر میں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تمہارے لیے روزے رکھنا ہر لحاظ سے تمہارے لیے بہتر ہے۔

(خطبہ جمعہ 10 مئی 2019ء)

سانحہ ارتحال

مکرم وحید احمد (وقف زندگی)۔لندن سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کی خالہ جان و خوشدامن محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی محمد جمیل صاحب آف ربوہ مورخہ 9۔مارچ کو ربوہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئیں۔ آپ حضرت میاں محمد عبداللہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ (موسیٰ سائیکل ورکس نیلا گنبد۔ لاہور) کی نواسی تھیں۔ نوعمری میں اغلباً سات سال کی تھیں کہ آپ کے والد مکرم غلام محمد صاحب کو تقسیم ہند کے معاً بعد معاندین نے شہید کر دیا تھا۔ اسی طرح آپ کی نانی جان کو 1974ء کے فسادات میں لاہور میں بلوائیوں نے گھر میں گھس کر شہید کر دیا تھا۔ آپ کی شادی ایک واقفِ زندگی سے ہوئی۔ آپ لاہور سے بیاہ کر ربوہ شفٹ ہوئیں۔ آپ نے ساری زندگی نہایت صبر، حوصلہ اور غیر معمولی ایمانی حالت میں گزاری۔ آپ نہایت خاموش طبع اور صابر و شاکر خاتون تھیں۔ پورے خاندان میں سب سے زیادہ ہردلعزیز اور نیک سیرت شمار ہوتی تھیں۔ آپ کے اوصاف میں مہمان نوازی اور قناعت پسندی بہت نمایاں تھی۔ میکے اور سسرالی رشتہ داروں میں توازن اور برتاؤ اس قدر منصفانہ تھا کہ دونوں خاندانوں میں ہمیشہ ایک پُل کا کردار ادا کیا۔ دونوں اطراف کے خاندانوں کے کئی بچوں کو ربوہ میں اپنے گھر میں رکھ کی زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ عبادات اور نمازوں کی ادائیگی میں خاندان میں اپنی مثال آپ تھیں۔ خلافت اور خلیفۂ وقت سے محبت درجہ اتم تھی۔ ہمسائیوں سے حسنِ سلوک اور تعلقات اس قدر گہرے تھے کہ دونوں ہمسایوں کی مشترکہ دیواروں میں کھڑکی رکھی ہوئی تھی جس سے بچے اپنے بچپن میں آسانی سے ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے گویا کہ ایک فیملی کے افراد ہیں۔ ساری زندگی صلح جوئی سے بسر کی، کوئی اپنا یا غیر نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے گلہ شکوہ یا کوئی ایسی بات کی ہو جو کسی کو ناگوار لگی ہو۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر ابتداً آپ کا کوارٹر صدر انجمن اور پھر گھر واقع دارالعلوم غربی سارے بیرون از ربوہ خاندانوں اور عزیز و اقارب کی آماجگاہ ہوتا۔ آخری جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی آپ کے گھر میں 70 سے زیادہ افراد نے قیام کیا۔ آپ نے اپنی اولاد کی بہت ہی اعلیٰ رنگ میں تربیت کی۔ آپ کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ تین بیٹیاں کارکنا سلسلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔ بڑے بیٹے عزیزم منور جمیل صاحب کو تقریباً بیس سال سپین میں بحثیت وقف تعمیرات کے شعبہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ جبکہ چھوٹے بیٹے مکرم محمد اجمل صاحب جرمنی ہجرت سے قبل الفضل ربوہ میں بطور اکاؤنٹنٹ لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ کرے آپ کے اخلاص و وفا اور جماعت سے محبت اور للہی تعلق آپ کی نسلوں میں بھی ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں اور آپ کو 1957ء میں وصیت کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت سیّدنا امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت پرانے بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت مرحمت فرمائی۔

محترم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی سید خالد شاہ صاحب نے احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد مکرم قمر کوثر صاحب پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ نے اجتماعی دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین مقام عطاء فرمائے۔ آمین

افضل الانبیاء

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

”چونکہ آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت ﷺ اپنے ذاتی جوہر کے رو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رو سے بھی ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو کافہ بنی آدم کے لئے عام رکھا تا آنحضرت ﷺ کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں موسیٰؑ اور ابن مریمؑ کی طرح ایک خاص قوم سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اٹھا کر اس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔“

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 653-654)

آج بھی ہماری فتح قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی“۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہاں ایک وضاحت بھی کر دوں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حدیث کو ترک کرو اور قرآن کو پڑھو۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا ہے کہ احادیث اگر قرآن کریم کے تابع ہیں تو ان کو لو اور دوسریوں کو ردّ کرو صرف احادیث کے اوپر نہ چلو۔ (ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 454)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ”قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا“۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس آج بھی ہماری فتح قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور احمدیت کے غلبہ کے نظارے ہمارے نزدیک تر کرے۔

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء) (الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

کونوا مع الصادقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:-

”ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔“

(خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر 20 صفحہ 231)

کعبہ پر پہلی نظر

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

میں نے جب حج کیا تو حج کے موقع پر بعض احادیث اور بزرگوں کے اقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب پہلی دفعہ خانہ کعبہ نظر آئے تو اس وقت انسان جو دعا کرے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ میں جب حج کے لئے روانہ ہوا تو حضرت خلیفہ اولؓ نے مجھے یہ بات بتائی اور فرمایا اس کا خیال رکھنا۔ جب میں وہاں پہنچا اور میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا تو میں نے یہی دعا کی کہ الٰہی! میری دعا تو یہ ہے کہ مجھے تو مل جائے اور جب بھی میں تجھ سے دعا کروں تو تو اسے قبول فرمالیا کر۔ مجھے جہاں تک خیال پڑتا ہے ’حضرت خلیفہ اولؓ نے بھی ایسی ہی دعا کی تھی۔ تو اہم موقعوں کو معمولی دعاؤں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد اپنے دل میں رکھ کر دعائیں کرنی چاہئیں تاکہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل ہم پر نازل ہوں۔ اور نہ صرف ہم پر بلکہ ہماری اولادوں پر بھی نازل ہوں۔

(خطبات محمود جلد 15 ص 533)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رمضان میں دعاؤں کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال رمضان المبارک میں احباب جماعت کو درج ذیل دعاؤں کی تحریک فرمائی ہے۔ قارئین الفضل آن لائن سے انہیں کثرت سے کرنے کی درخواست ہے۔

نمبر1۔ اھدنا الصراط المستقیم

نمبر2۔ درود شریف

نمبر3۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

نمبر4۔ مخالفین کے شر سے بچنے کے لئے دعا

نمبر5۔ مشکلات میں گرفتار احمدیوں کے لئے آسانیوں کی دعا

نمبر6۔ کورونا وباسے دنیا کو نجات دلانے کے لئے دعا

(ادارہ الفضل آن لائن)

اعلان ولادت

مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس اِنچارج ٹرکش ڈیسک مورڈرن برطانیہ سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

1) خاکسار اور محترمہ طاہرہ شمس صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 8 اپریل 2021ء کو بروز جمعرات ایک نواسہ عطا فرمایا ہے۔ نومولود عزیزم ارسلام توقیر ملک اور عزیزہ رضوانہ ملک کا بیٹا ہے۔ نیز مکرم توقیر احمد ملک اور محترمہ روبینہ توقیر ملک صاحبہ کا پوتا ہے۔

2) اللہ تعالیٰ نے مورخہ 18 مارچ 2021ء کو بروز جمعرات ایک پوتی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام حضرت اقدس امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''وردہ'' عطا فرمایا ہے۔ نومولودہ عزیزم احمد کمال شمس اور عزیزہ بلقیس محمود شمس کی بیٹی ہے۔ نیز مکرم طاہر احمد محمود مرحوم اور نادرہ محمود مرحومہ کی پوتی ہے۔ والد اور والدہ دونوں طرف سے مکرم محمد شریف کھوکھر مرحوم معلم وقف جدید کی نسل میں سے ہے۔

دونوں نومولود کے خوش قسمت، خوب سیرت، خلافت احمدیہ کا وفادار ہونے اور لمبی عمر پانے کے لئے درخواست دعا ہے۔

خدمت دین کا جوش رکھنے والے متوجہ ہوں

جماعت احمدیہ کا یہ حسن ہے کہ ہر بندہ خدمات کے جذبات سے سرشار نظر آتا ہے اور خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ادارہ ہذا کو ورڈ (WORD) میں کمپوزنگ کرنے والے ایسے احباب و خواتین کی ضرورت ہے جو فی سبیل اللہ خدمت سرانجام دے سکیں۔

امید ہے ایسے دوست اپنے نام، واٹس ایپ فونز اور ای میلز ادارہ کو درج ذیل ایڈریس پر مطلع فرمائیں گے۔ فجزاکم اللہ خیرا

Email: info@alfazlonline.org

Whatsapp: 0044 7951614020

(ادارہ)

درخواست دُعا

مکرم ثناء اللہ قمر سابقہ شفٹ انچارج دفتر حفاظت مرکز ربوہ حال مقیم ملائشیاء اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار عرصہ 6 ماہ سے شدید بیمار ہے traumatic stress disorder کے ساتھ Nasal infection operation اور Hemorrhoid surgery ہوگی اس سلسلہ میں احباب جماعت سے خصوصی دعا کی درخواست ہے شافی مطلق جلد خاص رحمت سے شفاء دے آمین ثم آمین۔

حقیقی نیکی

غریب اور مستحق دل کے مریضوں کی مالی معاونت کے لئے ''نادار مریضان'' کے نام سے ایک مد قائم ہے۔ احباب جماعت اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

''تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔''

(آل عمران: 93)

تاثرات/آراء

مکرم و محترم مدیر صاحب روزنامہ الفضل آن لائن لندن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مؤرخہ 30 اپریل 2021ء کے شمارے میں ایک مضمون «حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حق کے طالبوں کے لیے چھ طریق فیصلہ کا عام اعلان» پڑھا۔

صد حیف ان علماء سو پر جنہوں نے مأمور من اللہ کا انکار کر کے نہ صرف اپنی موت کو جاہلیت کی موت بنا ڈالا بلکہ تا قیامت اپنی نسلوں یا اندھے مقلدین کا گناہ بھی اپنے سر لیا۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کو آنکھیں کھولنے کی توفیق عطا فرمائے نیز وہ علماء سو کی اندھی تقلید سے باز آجائیں۔

آمین ثم آمین

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طَور تسلی کا بتایا ہم نے

والسلام

عاجز

م۔م۔ظفر

علوم شرقی مسرور ربوہ پاکستان

	طلوع فجر	غروب آفتاب
10 مئی 2021ء		
مکہ مکرمہ	04:22	18:50
مدینہ منورہ	04:15	18:56
قادیان	04:04	19:15
ربوہ	03:44	18:55
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:50	20:40